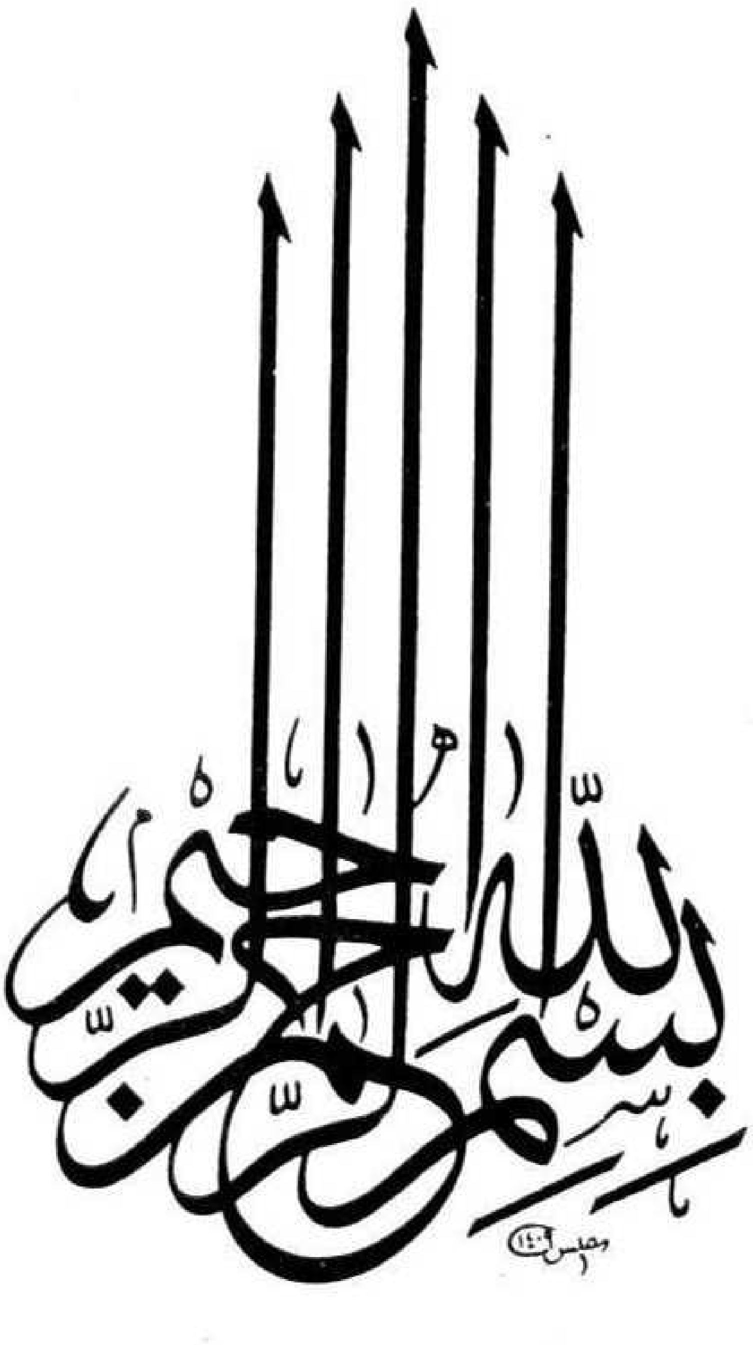
بسم الله الرحمن الرحيم

احبو الله لما یقذوکم من نعمه

●●●●●

اللہ سے محبت کرو اس لیے کہ وہ اپنی نعمتوں سے
تمہاری پرورش کرتا ہے (حدیث نبوی ﷺ)

☆☆☆

ہمارا پروردگار

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

رب کا لفظی معنی: اللہ رب العزت کا ایک صفاتی نام "رب" ہے مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے)۔ یہ کتنا مختصر لفظ ہے تاہم اس کے معانی میں اتنی وسعت اور گہرائی ہے کہ ساری زندگی مجاہدہ کرنے کے بعد اس لفظ کا یقین دل میں آتا ہے۔ "رب" کے لفظی معنی ہیں پرورش کرنے والا، تربیت کرنے والا، پالنے پوسنے والا۔ جس نے ہمیں پیدا کیا، وہی انسان کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے۔ ہمیں جسمانی روزی بھی وہی دیتا ہے اور روحانی روزی بھی وہی دیتا ہے۔ تمام مخلوقات کا خالق اور رازق وہی ہے۔ رب کا لفظ قرآن پاک میں بہت کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ گویا ہر چند آیتوں کے بعد رب کا لفظ آیا ہے۔

عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار: جب ہم عالم ارواح میں تھے تو اللہ رب العزت نے ہماری روحوں سے ایک وعدہ لیا۔ پوچھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلٰى سب نے کہا کیوں نہیں، تو ہی ہمارا رب ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ یہ بھی وعدہ لے سکتے تھے کیا میں تمہارا خالق نہیں ہوں؟ کیا میں تمہارا مالک نہیں ہوں؟ تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اقرار کروایا۔ ذہن میں ایک طالب علمانہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اقرار کیوں لیا؟ جواب یہ ہے کہ وہاں ہم ہر وقت اللہ رب العزت کو یاد کیا کرتے تھے۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ○ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا

یَفۡتَرُوۡنَ ○ عالم ارواح میں غفلت نہ تھی فقط یاد الٰہی تھی تاہم وعدہ لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں امتحان کیلئے دنیا میں بھیج دیا۔ دنیا میں جاکر بھی مجھے رب ماننا ہے یا کسی اور کو رب بنا لیتا ہے؟

انسان کی پیدائش اور رب کا لفظ:

عالم اروح میں بھی رب کا لفظ استعمال ہوا اور جہاں انسان کی پیدائش کا تذکرہ ہے وہاں بھی رب کا لفظ استعمال ہوا۔ یٰاَیُّھَاالنَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ اے انسانو تم ڈرو اپنے رب سے اَلَّذِیۡ وہ ذات خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا وَ خَلَقَ مِنۡھَا زَوۡجَھَا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا وَ بَثَّ مِنۡھُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً اور اس جوڑے سے اللہ نے کئی مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔ دیکھا! یہاں بھی رب کا لفظ استعمال کیا گیا۔

دہریوں کو لاجواب کر دینے والی آیت:

اس آیت میں انسان کی پیدائش کے تین طریقے بتائے گئے۔ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور ان سے ان کی ساری اولاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ تخلیق کا ایک طریقہ۔ اور دوسرا طریقہ وَ خَلَقَ مِنۡھَا زَوۡجَھَا اور اس سے بنا دیا اس کا جوڑا یعنی آدمؑ کی پسلی سے اللہ تعالیٰ نے اماں حوا کو پیدا فرمایا۔ پھر تیسرا طریقہ وَبَثَّ مِنۡھُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً پھر اس جوڑے سے اللہ نے کتنے مرد اور کتنی عورتیں پیدا فرمائیں۔ گویا تین طریقوں سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔

یہ آیت معنی کے اعتبار سے اتنی گہری ہے کہ ہم نے کئی دہریوں کے سامنے اس آیت کی تفسیر کو پیش کیا کہ بتاؤ! کائنات کو پیدا کرنے والا اللہ کے سوا کون ہے؟ مگر ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

حضرت عمرانؑ کی بیوی اور بیٹی کا اللہ پر یقین:

عمران علیہ السلام کی بیوی حاملہ تھیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ انہوں نے دعا مانگی۔ وَ اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ اور جب کہا عمرانؑ کی بیوی نے رَبِّ

اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اے میرے پروردگار! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں نے اسے تیرے لئے وقف کر دیا پس تو مجھ سے قبول فرمالے۔ غور کیجئے! کہ ایک نبی کی بیوی دعا مانگ رہی ہے رب کے لفظ سے خالق یا مالک کے لفظ سے نہیں۔ اللہ کی قدرت کہ بیٹی پیدا ہوگئی۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی جب اس نے بیٹی کو جنا تو کہنے لگی' اے میرے پروردگار! میں نے تو بیٹی کو جنا ہے۔ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی اور بیٹا بیٹی کی طرح تو نہیں ہوتا وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ اور میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا ہے۔ وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ میں اس کے بارے میں اور اس کی اولاد کے بارے میں شیطان مردود سے تیری پناہ مانگتی ہوں۔ اس دعا کے جواب میں اللہ تعالی بھی رب کا لفظ استعمال فرماتے ہیں فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا پھر رب نے اس کو قبول کرلیا بہتر قبول کرنا اور زکریا علیہ السلام نے اس کی پرورش کی۔

رب نے قبول کیسے کیا؟ یہ مریمؑ ایک دفعہ اکیلی تھیں اور حضرت زکریا علیہ السلام کہیں تبلیغ پر چلے گئے تھے۔ واپس آنے میں دیر ہوگئی۔ پریشان تھے کہ پیچھے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ شاید مریم بھوکی رہی ہوگی۔ نیند بھی آئی ہوگی یا نہیں۔ جب آپؑ حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مریمؑ محراب کے اندر بیٹھی ہوئی بے موسم کے پھل کھا رہی ہے۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ جب زکریا علیہ السلام داخل ہوئے محراب کے اندر وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا تو اس کے پاس رزق پایا قَالَ یَا مَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا پوچھا اے مریم! یہ کہاں سے آیا؟۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کہا' یہ تو اللہ کی طرف سے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے عطا کر دیتا ہے۔

حضرت زکریاؑ کی دعا: یہ سن کر حضرت زکریاؑ نے بھی اللہ تعالی سے دعا مانگی هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ جب زکریاؑ نے اپنے رب کو پکارا۔ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اے پروردگار! مجھے بیٹا عطا فرما اور بیٹا بھی ایسا جو پاکیزہ ہو' طیب ہو۔ اس طرح کیوں مانگا؟ اس لئے کہ اولاد کا ہونا ایک خوشی اور اس کا نیک ہونا

اس سے بڑھ کر خوشی۔ تو بیٹا مانگا پاکیزہ اور طیب سبحان اللہ۔

کیوں وہ جانتے تھے کہ اے اللہ! تو مریم کو بے موسم کے پھل عطا کر سکتا ہے، میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں اور میرے بال سفید ہو گئے، اے اللہ! اس بڑھاپے میں مجھے بھی بے موسم کا پھل عطا کر سکتا ہے، اس بڑھاپے میں مجھے بھی بیٹا دے سکتا ہے۔

حضرت ہاجرہؑ کا اللہ پر یقین: حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام اپنی بیوی اور بچے کو حرم شریف کے پاس بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ (ایسی وادی جس میں کوئی کھیتی نہ تھی) میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہؑ نے پوچھا، آپ ہمیں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیمؑ خاموش رہے۔ پھر پوچھا، کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ پھر خاموش۔ ابراہیم علیہ السلام کی صحبت یافتہ تھیں، سمجھ گئیں۔ تیسری دفعہ پوچھا کیا آپ ہمیں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ فرمایا ہاں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ عرض کیا، اگر آپ اللہ کے حکم سے چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اللہ تعالی ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کا اللہ پر یقین: جب حضرت ابراہیمؑ وہاں سے آگئے تو آگے جا کر بیوی بچوں کیلئے دعا مانگتے ہیں رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ○ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس آباد کیا تاکہ وہ نماز پڑھیں فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرما وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ اور اے اللہ! ان کو کھانے کیلئے پھل عطا فرما۔

بچے کی ضروریات کون پوری کرتا ہے؟: چھوٹا بچہ، بیچارہ کچا، خود اٹھ نہیں سکتا، اپنا لباس نہیں پہن سکتا، دودھ نہیں پی سکتا، اپنی کروٹ نہیں بدل سکتا۔ اتنا ضعیف اور اتنا کمزور، نہ مکان اپنا، نہ لباس اپنا،

نہ مال اپنا' نہ پیسہ اپنا' نہ طاقت جسم میں' کچھ بھی اپنا نہیں لیکن ایک ذات اس کی پروردگار ہے۔ وہ اس بچے کچے کی محبت ماں باپ کے دل میں ڈال دیتی ہے۔ بس ماں باپ قربان ہوتے جاتے ہیں۔ ماں اپنا کلیجہ کاٹ کر پیش کرنے کو تیار ہے۔ بچے کو نیند نہیں آرہی' ماں جاگ رہی ہے۔ کوئی ماں ہے کہ بچہ رو رہا ہو تو وہ سوئی ہوئی ہو؟ نہیں' کوئی ماں ایسی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ماں باپ کے دل میں اللہ تعالیٰ بیٹے کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ پھر یہ محبت بچے کی پرورش کا سبب بنتی ہے۔ سبحان اللہ

اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے کی اہمیت: مادی اعتبار سے اس بچے کا کچھ اپنا نہیں ہے مگر ایک چیز اپنی ہے وہ کیا؟ رونا۔ جب بچے کو بھوک لگی' اس نے رونا شروع کر دیا تو اس کیلئے دودھ کا انتظام ہو گیا۔ بچے کو پیاس لگی' اس نے شروع کر دیا تو اس کیلئے پانی کا انتظام ہو گیا۔ بچے کو نیند آئی' اس نے رونا شروع کر دیا تو اس کیلئے بستر کا انتظام ہو گیا۔ بچے کو قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی' اس نے رونا شروع کر دیا' اس کیلئے قضائے حاجت کا انتظام ہو گیا۔ قصہ مختصر بچے کو کوئی ضرورت پیش آئے' وہ رو پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کو پورا فرما دیتے ہیں۔ اس سے کسی عارف نے نکتہ نکالا کہ اے انسان! جب تک تو رونا جانتا تھا اللہ تعالیٰ تیری ہر ضرورت کو پورا فرماتے تھے' جب تو نے رونے کو بھلا دیا اللہ نے تیرے کاموں کو اٹکانا شروع کر دیا۔

ماں باپ جسمانی مربی ہوتے ہیں: ماں باپ بچے کی پرورش کر رہے ہوتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ بھی مربی ہیں۔ رب کے معنی بڑے وسیع ہیں۔ یہ لفظ انسانوں کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اللہ کی ذات پر بھی استعمال ہوتا ہے لیکن فرق ہے ماں باپ کی ربوبیت میں اور اللہ کی ربوبیت میں۔ انسانوں کی ربوبیت ایک متعین وقت کے لئے ہوتی ہے جبکہ اللہ کی ربوبیت ہمیشہ کیلئے ہے۔ ماں باپ صرف اپنی اولاد کے مربی ہوتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مربی ہے۔ ماں باپ صرف جسمانی مربی ہوتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ جسمانی مربی بھی ہے اور روحانی مربی بھی۔ اللہ

رب العزت کی ربوبیت والی صفت ذاتی ہے۔ ماں باپ کی ربوبیت والی صفت عطائی ہے۔ قرآن پاک میں ماں باپ کیلئے بھی رب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا اے میرے پروردگار! میرے ماں باپ پر رحم کر کیونکہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔

سب کی ضرورتیں پوری کرنے والا "اللہ تعالیٰ" ہے:

بچے کی ضروریات ظاہری طور پر تو ماں باپ پوری کرتے ہیں مگر درحقیقت ہر ضرورت اللہ تعالیٰ پوری کرتے ہیں۔ یہ بچہ کھاتا کس کا ہے؟ اللہ کا دیا ہوا۔ پہنتا کس کا ہے؟ اللہ کا دیا ہوا۔ اور جب یہی بڑا ہو جاتا ہے تو کہنے لگ جاتا ہے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں سب سے اعلیٰ رب ہوں۔ او انسان! تو کیوں نہیں سوچتا؟ کیوں تیری آنکھیں ماتھے پر لگ جاتی ہیں؟ تو اپنی پیدائش کو کیوں بھول گیا ہے۔ اتنا تنگ راستہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے کھلا کر دیا۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ دیکھ او انسان! اے ناشکرے تو کیوں نہیں دیکھتا اپنے طعام کی طرف اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ہم نے آسمان سے پانی اتار دیا' ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا پھر ہم نے زمین کو پھاڑ دیا۔ دیکھئے! جب ایک عورت بچے کو جنم دیتی ہے تو کتنی تکلیف اٹھاتی ہے۔ اسی طرح ایک کونپل جب زمین سے نکلتی ہے تو گویا زمین سے بچہ پیدا ہو رہا ہوتا ہے۔ زمین کی اولاد جنم لے رہی ہوتی ہے۔ اب سوچئے' زمین کو کتنی تکلیف اٹھانی پڑتی ہوگی۔

سب سے مشکل انسان کا بچہ پلتا ہے۔ بکری کے بچے کو دیکھو' پیدا ہونے کے چند منٹ بعد بھاگ رہا ہوتا ہے۔ بھینس کے بچے کو دیکھو' پیدا ہونے کے چند منٹ بعد دودھ پی رہا ہوتا ہے' خود بخود چل پھر رہا ہوتا ہے۔ انسان کے بچے کی پرورش سب سے مشکل ہے۔ کئی سال تک ماں باپ کو پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے ہوا کا انتظام کیا' پانی کا انتظام کیا' پھل پھول کا انتظام کیا' روٹی کا انتظام کیا' بوٹی کا انتظام کیا' ماں کی چھاتی سے دودھ کی نہریں جاری کر دیں۔ پیدائش سے پہلے اس کیلئے انتظامات شروع ہو گئے۔ پیدائش

ہوتے ہی دودھ کی نہریں جاری ہو گئیں۔ ذرا بڑا ہوا تو دانت نہیں تھے' دانت آنے شروع ہو گئے۔ جب اس کو چلنے پھرنے کی ضرورت ہوئی تو اللہ نے اس کو طاقت عطا فرمادی۔ جو بچہ شروع میں خود اٹھ کر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ جب جوان ہوتا ہے تو کئی کئی من کا وزن سر پر رکھ کر دوڑ لگا رہا ہوتا ہے۔ پہلوان بن جاتا ہے۔ ارے! اس کی ابتدا تو دیکھو' کتنا ضعیف تھا' اب دیکھو اللہ نے اس کو کتنا قوی بنادیا۔

حضرت موسیٰؑ کی پرورش کا عجیب واقعہ:

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے فرعون کو نجومیوں نے بتایا دیا تھا کہ تمہاری مملکت میں ایک ایسا بچہ ہوگا جو تمہارے تخت و تاج کو چھین لے گا۔ اس نے کہا' اچھا! میں اس کا بندوبست کرتا ہوں۔ آئندہ دو سال تک وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرواتا رہا۔ جو بچہ پیدا ہوتا اسے ذبح کروادیتا۔ مردوں کے الگ باغیچے بنادیئے تاکہ یہ ادھر ہی کھیلیں' کھائیں' بیٹھیں' سوئیں۔ عورتوں کے الگ باغیچے بنادیئے تاکہ وہ بھی ادھر ہی کھائیں' بیٹھیں' سوئیں۔ بنی اسرائیل کے مرد و عورت کا ملنا جلنا منع کر دیا گیا۔ دو سال تک کوئی خاوند اپنی بیوی سے نہیں مل سکتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ نہ ماں باپ ملیں گے نہ بچہ ہوگا۔ اگر اس دوران کوئی بچہ پیدا ہو بھی گیا تو میں اسے قتل کروادوں گا۔ مگر ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ان مردوں کا ایک بڑا افسر اور ان عورتوں کی ایک بڑی افسر دونوں میاں بیوی تھے جو فرعون کو رپورٹ پیش کرنے آتے تھے اور وہیں رات گذارتے تھے ان کو آپس میں ہمبستری کا موقع مل جاتا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت موسیٰؑ کا باپ تھا اور ایک ان کی ماں تھی۔

حضرت موسیٰؑ ماں کے پیٹ میں پرورش پاتے رہے۔ جب ولادت ہوئی تو آپؑ کی ماں ڈری کہ ایسا نہ ہو کہ اس بچے کو بھی ذبح کر دیا جائے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں' وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ اور ہم نے وحی کی موسیٰؑ کی ماں کی طرف کہ تو اس کو دودھ پلا. فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ اور اگر تجھے ڈر لگے کہ سپاہی اس کو نہ لے جائیں تو پھر اس کو ایک تابوت میں بند کر اور تابوت کو دریا میں ڈال دے فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ۔ دریا سے یہ

تابوت ساحل کے پاس جا لگے گا۔ پکڑے گا کون؟ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وہ جو میرا بھی دشمن اور اس کا بھی دشمن۔

ام موسیٰ کی عقل کہتی ہے واہ خدایا! تیرے وعدے بھی عجیب! تو بچے کو بچانا چاہتا ہے تو میں کسی کونے میں رکھ دوں گی تاکہ یہ پولیس والوں کو نظر ہی نہ آئے یا پھر کوئی پولیس والا اس گھر میں آ ہی نہ سکے۔ تو نے بچانے کا وعدہ بھی کیا تو کتنا عجیب کہ اس کو تابوت میں ڈال اور تابوت کو دریا میں ڈال۔ اب سوچئے! اگر اس میں ہوا کے داخل ہونے کا بند و بست کریں تو سوراخ رکھنے پڑیں گے۔ اگر سوراخ رکھے گئے تو پانی اس میں داخل ہو جائے گا۔ گویا ضدین جمع ہو گئیں۔ بہر حال ماں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے بچے کو تابوت میں ڈال دیا عقل کی بات بالکل نہ سنی۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے جو میرا بھی پروردگار ہے اور بچے کا بھی پروردگار ہے۔ وہی بچے کی پرورش بھی فرمائے گا۔ چنانچہ کیا ہوا؟ اس بچے کو فرعون اور اس کی بیوی نے پکڑا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ میں نے اپنی طرف سے تیرے چہرے پر محبت ڈال دی' محبت القا کر دی۔ چنانچہ فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو وہ بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ کہنے لگی' لَا تَقْتُلُوْهُ اس کو قتل نہیں کرنا عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ ہو سکتا ہے یہ ہمیں نفع پہنچائے۔ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں۔ دیکھا! قدرت کا کرشمہ قوم کے بچے مروانے والا خود اپنے دل کے ہاتھوں مرا پڑا ہے۔

فرمان شاہی جاری ہوا تو بچے کو دودھ پلانے والی عورتیں آئیں مگر بچہ دودھ ہی نہیں پیتا۔ فرعون پریشان ہے کہ بچہ دودھ نہیں پیتا۔ عقل کا اندھا اس کی مت ماری گئی۔ ساری قوم کے بیٹوں کو مرواتا رہا یہ سمجھ نہ آئی کہ اللہ تعالیٰ اسی کے ہاتھوں سے بچے کی پرورش کروا رہے ہیں۔ دوسری طرف حضرت موسیٰ کی ماں کا حال بھی عجیب تھا۔ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اگر اللہ اس کے دل کو تسلی نہ دیتے تو وہ اپنا راز فاش کر بیٹھتی۔ لیکن اللہ نے دل کو طاقت دے دی' سنبھالا دے دیا۔ بیٹی کو بھیجتی ہے کہ دیکھ' فرعون کے گھر

کیا ہو رہا ہے۔ وہ فرعون کے گھر جا کر دیکھتی ہے کہ بچہ دودھ نہیں پی رہا۔ فرعون سے کہنے لگی، میں ایسے لوگوں کا پتہ نہ بتادوں جو اس بچے کی پرورش بھی کریں گے اور اس کے خیر خواہ بھی ہونگے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون کے دل میں خیال گذرا کہ یہ خیر خواہوں کا نام لینے والی کون آئی۔ چنانچہ فرعون نے بچی سے پوچھا کہ کون ہیں اس کے خیر خواہ؟ بچی ایسی ذہین تھی کہ فوراً کہنے لگی کہ ساری قوم آپ کی خیر خواہ ہے۔ جو بھی دودھ پلائے گی اس کی خیر خواہ ہوگی۔ فرعون بچی کی بات سے مطمئن ہو گیا۔ بچی نے گھر آکر ماں کو صورتحال سے آگاہ کیا تو حضرت موسیٰؑ کی ماں بھی بچے کو دودھ پلانے تشریف لے گئیں۔ بچے کو چھاتی سے لگایا تو بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون خوشیاں منانے لگا۔ اسے یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ ہو سکتا ہے یہ اس بچے کی ماں ہو۔ کہتا ہے 'اچھا ہوا' بچے نے تیرا دودھ پینا شروع کر دیا ہے؟ تو اس بچے کو گھر لے جا اس کی پرورش ٹھیک کرنا' اس کی ہر چیز کا خیال رکھنا' میں تجھے سرکاری فنڈ سے اتنا وظیفہ دیتا رہوں گا۔ اللہ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ سچ کر دکھایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰی اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ کہ ہم نے لوٹا دیا اس کو ماں کے پاس تاکہ ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور اس کے دل میں کوئی غم نہ ہو۔ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ اور وہ جان لے کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ ام موسیٰؑ اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھیں اور سرکار سے وظیفہ ملتا تھا' یوں اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر توکل کرنے والوں کو دوگنا منافع عطا فرمادیتے ہیں۔

ہم نے کس کو رب بنا رکھا ہے؟:

ہمارا پروردگار کون ؟ اللہ۔ وہی ہماری ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔ مگر جب ہم بڑے ہو جاتے ہیں تو دفتر کو اپنا رب بنا لیتے ہیں' مال پیسے کو اپنا رب بنا لیتے ہیں۔ بھلا جو آدمی رشوت لیتا ہے وہ کس کو رب سمجھتا ہے؟ اگر وہ اللہ کو رب سمجھتا تو کبھی حرام کا پیسہ نہ لیتا۔ جب حرام کا پیسہ لے لیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پیسے کو اپنا خدا سمجھ رہا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں پیسے سے پل رہا ہوں۔ جس نے دکان میں ملاوٹ کی وہ کس کو اپنا رب سمجھ

رہا ہے؟ اللہ کو رب سمجھ رہا ہے یا دوکان کو؟ جس نے دفتر کی خاطر نماز چھوڑی وہ اللہ کو رب سمجھ رہا ہے یا دفتر کو؟ وہ دفتر کی کرسی کو رب سمجھتا ہے۔ کہتا ہے کہ جب تک کرسی میرے پاس ہے' میری ضروریات پوری ہونگی' کرسی نہیں رہے گی تو ضروریات پوری نہیں ہوں گی۔ استغفراللہ' ہم نے اللہ ہی کو رب سمجھنا ہے۔ ہم دفتر کو سمجھ بیٹھے ہیں' دوکان کو سمجھ بیٹھے ہیں' مال پیسے کو رب سمجھ بیٹھے ہیں۔ ایسا بڑا دھوکا ہے جو آج اکثر لوگوں کو لگ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کیا کریں مولانا صاحب! ہم اپنے لیے تو رشوت نہیں لیتے' بچوں کیلئے لیتے ہیں۔ او اللہ کے بندے! جو تجھے کھانے کو دے سکتا ہے وہ تیرے بچوں کو بھی دے سکتا ہے۔ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ جو کچھ بھی چیز ہے اس کے ہمارے پاس خزانے ہیں۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ہم اس کو ایک معلوم اندازے سے اتارتے ہیں۔

جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا:

نبی ﷺ نے صحابہ کے دلوں میں یہ حقیقت بٹھادی تھی کہ رب' اللہ کو سمجھنا ہے۔ چنانچہ ان کی تمام امیدیں اللہ رب العزت کی ذات پر لگی ہوتی تھیں۔ ایک صحابیؓ نے زمین کاشت کرنی تھی۔ زمین پر جاکر دو رکعت نفل پڑھے اور دعا مانگی۔ یااللہ! یہ میری زمین کا ٹکڑا ہے۔ اس کیلئے پانی کی ضرورت ہے۔ زمین سے پانی نہیں مل رہا تو آسمان سے پانی نازل فرمادے۔ اللہ تعالی نے اسی وقت بادل بھیجے اور ادھر بارش ہونا شروع ہو گئی۔ فرماتے ہیں' جب میں نفل پڑھ کر اس زمین کے قطعوں سے باہر گیا تو میں نے دیکھا کہ میری زمین کے علاوہ کہیں دوسری جگہ بارش کا نام و نشان ہی نہیں تھا۔ جی ہاں وہ اسی طرح لیتے تھے ان کیلئے رزق وغیرہ کے دروازے اوپر سے کھل جاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے رزق میں برکت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مجھے رزق بھی دیا' اولاد بھی دی۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے دعا مانگی' اے اللہ! تو انس کی اولاد میں اور اس کے رزق میں برکت عطا فرما۔ فرماتے ہیں کہ اپنے بیٹوں' پوتوں' نواسوں میں سے میں نے سو بیٹے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھے' ماشاء اللہ۔ اللہ نے اولاد کو یوں بڑھایا۔ اور فرماتے ہیں کہ مجھے

اللہ نے اتنا سونا دیا کہ میں اس سونے کو اپنی کدال کے ساتھ توڑا کرتا تھا جیسے کسی بڑے پتھر کو کدال کے ساتھ توڑا جاتا ہے۔

ہم آدھے تیتر آدھے بٹیر بنے پھرتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ کی مدد نہیں اترتی۔ لہٰذا روتے پھرتے ہیں۔ جس سے پوچھو رزق کی پریشانی' کاروبار کی پریشانی' اولاد کی پریشانی' ایسے لگتا ہے کہ سب گھروں میں پریشانیاں بھری ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ جب ہم نے اپنے اور اللہ کے تعلق کو بگاڑا تو اللہ نے ہمارے اور مخلوق کے تعلق کو بگاڑ دیا۔

؎ وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ہم نے اللہ کے در پر جھکنا چھوڑا' اللہ نے در در پر جھکنے کی مصیبت میں پھنسا دیا۔ یعنی اگر میرے در پر نہیں جھکتے تو اچھا پھر ہر جگہ جھکتے پھرو۔ کاش! ایک در پر جھکنا سیکھ لیتے۔

خاندانی منصوبہ بندی والوں کے غلط اندازے:

ہمیں اللہ سے مانگنے کا سلیقہ آتا تو منصوبہ بندی والوں سے مشورے نہ لیتے۔ منصوبہ بندی والے کہتے ہیں' "بچے کم ہی اچھے"۔ استغفراللہ' جیسے ان بچوں کے پروردگار خود بن گئے ہیں۔ 1965ء میں یہ عاجز سکول میں پڑھتا تھا۔ اس وقت سنتا تھا کہ اگر 1970ء تک ملک میں خاندانی منصوبہ بندی نہ کی گئی تو ملک میں قحط آ جائے گا۔ جب 1970ء کا سال شروع ہوا تو پھر کہنے لگے' 1980ء تک خاندانی منصوبہ بندی نہ کی گئی تو لوگ ایک دوسرے کو کاٹ کھائیں گے۔ 1980ء کا سال بھی آ گیا۔ پھر کہنے لگے' 1990ء تک خاندانی منصوبہ بندی نہ کی گئی تو امیر لوگ غریبوں کو کھا جائیں گے۔ 1990ء بھی آ گیا۔

یہ تو سوچتے ہیں کہ خاندانی منصوبہ بندی کرنی ہے' یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جو بچے پیدا ہوں گے ان کا کھانے والا منہ ایک ہوگا مگر دو ہاتھ بھی ہونگے۔ جو وسائل 1960ء میں تھے وہ تھوڑے تھے اور جو وسائل 1990ء میں تھے وہ زیادہ تھے۔ جب لوگ کم تھے تو زمین کے وسائل بھی کم ملتے تھے جب لوگ زیادہ ہوئے وسائل بھی زیادہ ہو گئے۔ اللہ رب

العزت فرماتے ہیں وَ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ تم اپنے بچوں کو قتل نہ کرنا مال پیسے کے ڈر سے نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ تمہیں بھی رزق ہم دیتے ہیں اور انہیں بھی رزق ہم دیتے ہیں۔ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ان کا قتل کرنا تو بہت ہی کبیرہ گناہ ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کی اصل وجہ: ہماری نظر کس پر گئی؟ اپنی جیب پر گئی' اللہ کے خزانوں پر نہ گئی۔ ہم نے کہا' آبادی بڑھ جائے گی ہماری جیب کٹ جائے گی۔ اللہ کے بندے! تو جیب پر نظر ڈالتا ہے' اللہ کے خزانوں پر کیوں نہیں ڈالتا۔ آجکل پورا مغرب مسلمانوں سے خوف کھاتا ہے' کیوں؟ کہتا ہے ان کی آبادی اتنی بڑھ گئی کہ کہیں یہ مسلمان ہماری طرف رخ نہ کرلیں۔ الحمدللہ آج دنیا میں اتنے مسلمان ہیں کہ اسرائیل کی طرف منہ کرکے پیشاب کردیں تو اسرائیل میں Flood (سیلاب) آجائے۔ وہ تو ہماری آبادی کو کم کرنے کی فکر میں ہیں۔ مسلمانوں کے اندر سازشیں کررہے ہیں۔ ان کو آپس میں لڑا رہے ہیں۔ اس لئے کہ اگر یہ اتنے بڑھ گئے اور ان میں اتفاق ہوگیا تو یہ باطل کو دنیا سے ختم کردیں گے۔

خاندانی منصوبہ بندی کا توڑ: آج دنیا کہتی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کریں لیکن میرے پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہوں' میں قیامت کے دن زیادہ امت پر فخر کروں گا۔ ایک صحابیؓ آکر عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! میری ایک بیوی ہے مگر رزق کی تنگی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' جا ایک نکاح اور کرلے' چنانچہ ایک نکاح اور کرتے ہیں۔ پھر آتے ہیں' کہتے ہیں' اے اللہ کے نبی ﷺ! میری دو بیویاں ہیں خرچے میں ذرا تنگی ہے۔ فرمایا' جا ایک نکاح اور کرلے۔ تیسرا نکاح کرلیا پھر خدمت میں آکر عرض کرتے ہیں' اے اللہ کے نبی ﷺ تین بیویاں ہیں خرچہ تھوڑا ہے۔ فرمایا' چوتھا نکاح کرلے۔ اس نے چوتھا نکاح کرلیا۔ پھر آکر عرض کی اے اللہ کے نبی ﷺ چار بیویاں ہیں' خرچہ تھوڑا ہے۔ فرمایا' حج پر چلا جا۔ ظاہر میں خرچہ زیادہ ہورہا ہے درحقیقت اللہ تعالی

حج کی برکت سے رزق بڑھا رہے ہیں۔ تو نظر اپنی جیب پر رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھنی چاہیئے۔ یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ ہم ملکی منصوبہ بندی کے پرزور حامی ہیں تاہم خاندانی منصوبہ بندی کے مخالف ہیں۔

اللہ پر یقین کا مطلب: ہم اللہ کو رب سمجھ کر اللہ کے خزانوں پر نظر رکھیں۔ محترم سامعین! گھر میں آٹا نہ ہو تو پھر سارے رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ مزہ تو تب ہے جب گھر میں آٹا بھی پڑا ہو پھر رو رو کر دعائیں مانگیں کہ اے اللہ! رزق دینے والا تو ہی ہے۔ اس کو یقین کہتے ہیں۔

ہماری نظریں جیب پر نہ ہوں' اسباب پر نہ ہوں بلکہ مسبب الاسباب پر ہوں۔ اللہ رب العزت ہمارے لئے اسباب مہیا فرما دیں گے۔ کہاں سے دیں گے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهٗ مَخْرَجًا جو تقویٰ کو اختیار کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے سبیل پیدا فرما دیتے ہیں۔ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

رزق کی برکت کا ایک عجیب واقعہ: ایک رزق ہوتا ہے اور ایک رزق کی برکت ہوتی ہے۔ یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں۔ عام طور پر لوگ رزق مانگتے ہیں' برکت کم مانگتے ہیں۔ رزق کی برکت بھلا کیا چیز ہے؟ ایک واقعہ سنا دیتا ہوں۔

ایک نوجوان نے اپنے ماں باپ کی بہت خدمت کی۔ جب والدین فوت ہو گئے تو کچھ دنوں کے بعد خواب میں ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے کہا۔ تم نے والدین کی بڑی خدمت کی ہے' تجھے انعام دیتے ہیں۔ پتھر کے نیچے سو دینار پڑے ہیں۔ جا کر اٹھا لے۔ وہ نوجوان سمجھدار تھا۔ اس نے پوچھا' ان میں برکت ہو گی؟ جواب ملا' برکت تو نہیں ہو گی۔ اس نے کہا میں نہیں لیتا ایسے سو دینار جس میں برکت نہ ہو۔ صبح اٹھا' بیوی کو بتایا کہ میں نے رات ایسا خواب دیکھا ہے۔ بیوی نے کہا' اچھا تم نہ لینا' مگر دیکھ تو آؤ دینار پڑے ہوئے بھی ہیں یا نہیں۔ اس نے کہا' جب دینار لینے نہیں تو میں جا کر دیکھتا بھی نہیں۔ دوسری رات پھر

خواب آیا کہ اچھا تو سو دینار نہیں لیتا تو تجھے دس دینار دیں گے۔ اس نے پھر وہی پوچھا کہ برکت ہو گی ان میں یا نہیں؟ اس نے کہا برکت نہیں ہو گی۔ اس نے کہا کہ پھر میں لیتا بھی نہیں۔ ادھر بیوی کو بتایا تو کہنے لگی سو دینار تو چھوڑ دیئے تھے اب دس تو ضائع نہ کر یہ تو جا کر لے لے۔ اس نے کہا' جب برکت نہیں میں لیتا بھی نہیں۔ تیسری رات پھر خواب آیا۔ بزرگ نے کہا تو نے والدین کی خدمت کی تجھے ایک دینار دیتے ہیں۔ پوچھتا ہے اس میں برکت ہو گی؟ فرمایا' ہاں برکت ہو گی۔ وہ نوجوان صبح اٹھا تو اس نے اس پتھر کے نیچے سے ایک دینار لے لیا۔ واپس آنے لگا' دل میں خوشی تھی' سوچا کہ چلو آج میں مچھلی لے کر چلوں۔ میری بیوی مچھلی کے کباب بنائے گی۔ بازار سے مچھلی خریدی۔ گھر لایا۔ جب اس کی بیوی نے مچھلی کو کاٹا تو مچھلی کے اندر سے ایسا قیمتی ہیرا نکلا کہ جب اسے بازار میں بیچا تو ساری زندگی کا خرچہ پورا ہو گیا۔ یہ ہوتا ہے برکت والا رزق۔ ماشاء اللہ

یہ برکت کا لفظ انگریزی ڈکشنری میں کہیں نہیں ملتا۔ اسی لئے ان مغربی لوگوں کی زندگیوں میں برکت نظر نہیں آتی۔ مگر الحمدللہ یہ ایمان والوں کی زندگی میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اگر یہ بستی دیسوں والے ایمان لاتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم آسمان سے اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

روزی میں بے برکتی کی بنیادی وجہ:

سب گھر والے کماتے ہیں پھر بھی خرچہ پورا نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں' مولوی صاحب! گھر کے سارے آدمی کمانے والے ہیں لیکن خرچہ پورا نہیں ہوتا۔ پتہ نہیں کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ رزق میں برکت نہیں ہوتی۔ روزانہ ڈاکٹر کی طرف بوتل چلتی رہتی ہے۔ کبھی کوئی بیمار کبھی کوئی بیمار۔

محترم سامعین منبر رسول ﷺ پر بیٹھا ہوں۔ میں نے ایک نوجوان جنرل مینجر کو دیکھا جو 70 ہزار روپے ماہانہ تنخواہ لیتا تھا۔ وہ اپنا حال سناتے ہوئے رو پڑا۔ کہنے لگا جی کیا کروں' میرے خرچے پورے نہیں ہوتے۔ میں نے کہا آپ رو نہیں رہے ہیں بلکہ آپ کو رلایا

جارہا ہے۔ آپ کے اخراجات اس لئے پورے نہیں ہوتے کہ آپ کے مال میں برکت نہیں۔ آپ کی آمدنی 70 ہزار ماہانہ ہے مگراللہ نے آپ کی ضروریات 70 ہزار سے بڑھادی ہیں۔ اگر آپ تقوی و پرہیزگاری کی زندگی نہیں اپنائیں گے تو پھرایڑی چوٹی کا زور لگالیں آپ کی ضرورتیں پوری نہیں ہوں گی۔ یاد رکھیں تقوی رزق کو اس طرح کھینچتا ہے جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ اور جب اللہ تعالی رزق میں برکت عطا فرماتے ہیں تو پھر ضروریات کو سکیڑ دیتے ہیں۔ پھر آمدنی اگر 2 ہزار بھی ہوگی تو ضروریات پوری ہوجائیں گی اور اللہ رب العزت سکون بھی عطا فرمائیں گے۔

نظراور خبر کے راستے میں فرق:

آج کا انسان اپنے مشاہدے اور تجربات پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھتا ہے' اس کو نظر کا راستہ کہتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالی کے حکموں پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھنے کو خبر کا راستہ کہتے ہیں۔ نظر کا راستہ اور ہے خبر کا راستہ اور ہے۔ جو نظر کے راستے پر چلے گا وہ کھڈے میں گر جائے گا' جو خبر کے راستے پر چلے گا وہ اللہ کی ذات سے مل جائے گا۔ آج ہم نظر کے راستے پر چلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کرنا وہ ہے جو ہماری سمجھ میں آئے گا۔ محترم سامعین! اللہ تعالی کا حکم سمجھ میں آئے یا نہ آئے' ہم نے اس پر عمل کرنا ہے۔ اور اگر اللہ کے حکم سے ہٹ کر ہمیں ظاہری طور پر کامیابی نظر بھی آتی ہو تب بھی وہ راستہ اختیار نہیں کرنا۔ ظاہر میں کامیابی ہوگی لیکن حقیقت میں ناکامی ہوگی۔ جس طرح انسان خود ناقص ہے' اس کے تجربات اور مشاہدات بھی ناقص ہیں اسی طرح ان کے مطابق گزرنے والی زندگی بھی ناقص ہوگی اور جس طرح اللہ تعالی کے احکام کامل ہیں اسی طرح اس کے مطابق گزرنے والی زندگی بھی کامل ہوگی۔ اس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔

جادوگروں کا واقعہ:

حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام جادوگروں میں گھرے کھڑے ہیں۔ جادوگروں نے اپنی رسیاں ڈالیں جو سانپ بن گئیں اور موسی ؑ کی طرف لپکنے لگیں۔ حضرت موسی ؑ کے ہاتھ میں عصا ہے۔ اب ایسی صورتحال میں عقل سے پوچھیں کہ ایک آدمی کے پاس عصا ہے اور وہ سانپوں میں گھرا کھڑا ہے۔ کیا کرنا

چاہیئے؟ عقل کہے گی کہ اس کو عصا اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیئے پھر جو سانپ اس کے قریب آئے اس کے سر پر مارنا چاہیئے' یہی طریقہ ہے کامیابی کا۔ اور اگر اللہ تعالی سے پوچھیں کہ کیا کرنا چاہیئے تو فرمایا' اے میرے پیارے موسیٰؑ! آپ اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیں۔ اس موقع پر عقل کہے گی کہ کیا کر رہے ہو؟ یہ تو اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ یہ امید کی آخری کرن تھی اور اسے بھی چھوڑ رہے ہو۔ لیکن موسیٰؑ نے اللہ تعالی کی ربوبیت پر یقین رکھتے ہوئے خبر کے راستے پر قدم اٹھایا' نظر کے راستے پر نہیں اٹھایا۔ اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا۔ وہی عصا ایک بہت بڑا اژدہا بن گیا اور ان سب سانپوں کو کھا گیا۔ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰؑ کو کامیابی عطا فرمادی۔

قوم موسیٰؑ کیلئے بارہ راستے بننے کا واقعہ:

حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر دریائے نیل کے کنارے پہنچے۔ پیچھے فرعون اپنی فوجوں کو لے کر آگیا۔ آگے دریا موجزن ہے' پیچھے فرعون اور اس کی فوجیں ہیں۔ قَالَ اَصْحَابُ مُوْسی اِنَّا لَمُدْرَكُوْن حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا' اب پکڑے گئے۔ موسیٰؑ نے فرمایا" كَلَّا ہرگز نہیں۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ میرا رب' میری پرورش کرنے والا' میرا پروردگار ہے۔ میری ضروریات کو پورا کرنے والا میرے ساتھ ہے۔ سَیَهْدِیْنِ وہ مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا۔ وہ ضرور میری مدد فرمائے گا۔ ایسی صورتحال میں عقل سے رجوع کریں' عقل سے پوچھیں کہ کیا کرنا چاہیئے؟ عقل جواب دے گی کہ اگر آدمی کے سامنے دریا ہو' کشتی بھی پاس نہ ہو اور آدمی کے پیچھے دشمن کی فوج بھی ہو تو ایسی صورت میں ڈنڈے کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے اور جب وہ فوج قریب آئے تو اس فوج کے سپہ سالار کے سر پر ڈنڈا مارنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے اس کے سر پر لگ جائے اور وہ مر جائے۔ اگر خبر سے پوچھیں کہ کیا کرنا چاہیئے تو فرمایا' اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ اے میرے پیارے نبیؑ! آپ عصا کو پانی پر ماریئے۔ عقل یہ سنتی ہے تو چلاتی ہے' چیختی ہے کہ پانی میں مارنے سے کیا بنے گا۔ مارنا ہے تو فرعون کے سر پر مارو۔ لیکن موسیٰؑ نے نظر کے راستے پر قدم نہیں اٹھایا بلکہ خبر کے راستے پر قدم اٹھایا۔ جیسے ہی پانی کے اوپر عصا مارا تو اس میں بارہ

راستے بن گئے۔ اب ان کی قوم اسے عبور کر گئی۔ سینکڑوں سالوں کے تجربے وہاں آکر دھرے کے دھرے رہ گئے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ پانی سطح برابر رکھتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو پانی نے برابر رکھنے والی صفت ہی چھوڑ دی۔

پتھر سے چشمے جاری ہونے کا واقعہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر ایک وادی میں پہنچتے ہیں۔ وہاں پینے کے لئے پانی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم نے کہا، اے اللہ کے نبی! ہمارے پاس تو پینے کے لئے پانی نہیں، ہم کیا کریں؟ ایسی صورتحال میں عقل سے پوچھیں کیا کرنا چاہئے؟ عقل کہے گی، ڈنڈا ہے تو چلو اسی کا بیلچہ بنالو اور اس سے زمین کھودنا شروع کر دو زمین کھودتے کھودتے کنواں بن جائے گا اور پانی مل جائے گا مگر خیال رکھنا کہ اتنا زور سے بیلچہ نہ مارنا کہ ڈنڈا ٹوٹ ہی جائے۔ اس لئے کہ صحرا میں کوئی اور چیز نہیں ملے گی۔ حضرت موسیٰؑ نے جب خبر کے راستے کو معلوم کیا تو حکم ملا اِضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ اپنے عصا سے پتھر پر ضرب لگائیے۔ عقل سے پوچھیں تو عقل چیخے گی، چلائے گی کہ عصا کو پتھر پر مارنے سے کیا فائدہ؟ زمین ہی کھود لیتے تو بہتر تھا کہ اس سے پانی نکلنے کی امید تھی مگر حضرت موسیٰؑ نے اپنے عصا کو پتھر پر مارا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے چشمے جاری فرمادیئے۔ عقل کھڑی دیکھتی رہ گئی۔

حضرت موسیٰؑ کا اللہ تعالیٰ پر یقین:

موسیٰؑ جا رہے ہیں۔ ایک اسرائیلی اور فرعونی دست و گریبان ہیں۔ فرعونی ناحق اسرائیلی پر ظلم کر رہا ہے۔ انہوں نے اسرائیلی کو چھڑانے کیلئے فرعونی کو پنچ مارا، نبی کی طاقت چالیس مردوں کے برابر ہوتی ہے۔ فَوَكَزَهُ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ مکا لگتے ہی فرعونی مرگیا اور دوسرا بھاگ گیا۔ ان کی قوم کا وہی بندہ اگلے دن کسی اور سے لڑ رہا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، کل تو اس سے لڑتا تھا آج اس سے لڑتا ہے لگتا ہے تو ہی شرارتی ہے۔ وہ تو کل کا منظر دیکھ چکا تھا کہ موسیٰؑ کے مکے نے ہمیشہ کیلئے ایک آدمی کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ کہنے لگا، تو مجھ کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح قوم کو قبطی کے قتل کا پتہ چل گیا۔ فرعون کو بھی خبر مل گئی کہ اس آدمی کو موسیٰؑ نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ فرعون نے اپنی اسمبلی کا اجلاس بلالیا اور

ارکان اسمبلی سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ سب نے کہا کہ اس کو قتل کردو۔ ان میں سے ایک بندہ موسیٰؑ کے حق میں مخلص تھا۔ وہ شارٹ کٹ راستے سے بھاگتا ہوا آیا اور کہا کہ امراء نے طے کرلیا ہے کہ آپ کو قتل کردیا جائے۔ آپ یہاں سے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ موسیٰؑ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ خوف تھا دل میں، طبعی خوف کا ہونا نبی کی شان کے خلاف نہیں ہوتا۔ پیچھے مڑکر دیکھتے ہیں کہ کہیں فرعون کی فوج آ نہ جائے۔ دل میں کہہ رہے تھے رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ اے میرے پروردگار! مجھے ظالموں کی قوم سے نجات عطا فرما۔ اس خوف میں کس کو پکارا؟ کہ اے اللہ میری ضروریات کو پورا کرنے والے میرے اوپر خوف ہے تو اس کو امن میں تبدیل کردے۔

حضرت موسیٰؑ کی شادی کا واقعہ:

اس کے بعد مدین کی طرف چلے جاتے ہیں۔ وہاں ایک بڑا کنواں تھا۔ اس پر بھاری پتھر رکھا جاتا تھا۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ لوگ بکریوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ دو لڑکیاں دور کھڑی ہیں۔ ان سے پوچھا، تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں۔ کہنے لگیں، ہم نہیں پلا سکتیں جب تک کہ یہ پلا کر چلے نہ جائیں۔ موسیٰؑ سمجھ گئے کہ ادھر بھی اونچ نیچ ہے۔ عدل و انصاف کی زندگی یہاں بھی نہیں ہے۔ جب وہ پتھر رکھ کر چلے گئے تو موسیٰؑ آئے اور اتنے بھاری پتھر کو ایک طرف الٹ دیا۔ ان کی ساری بکریوں کو پانی پلا دیا۔ اس کے بعد دونوں لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں۔

حضرت موسیٰؑ اکیلے کھڑے ہیں۔ نہ گھر ہے نہ در، درخت کے نیچے آتے ہیں اور کہتے ہیں رَبِّ اِنِّيْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ اے میرے پروردگار! تو جو کچھ خیر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔ کس لفظ سے دعا مانگی؟ رب کے لفظ سے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی۔ اب گھر کا انتظام بھی ہو رہا ہے، بیوی کا بھی انتظام ہو رہا ہے۔ جب یہ گھر گئیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا کہ بکریاں خوب سیر ہو کر آئی ہیں تو وجہ پوچھی۔ بچیوں نے بتایا کہ ہم نے ایک آدمی کو دیکھا ہے۔ قَوِيٌّ اَمِيْنٌ بڑا طاقت والا ہے۔ اور بڑا

امانت والا ہے۔ فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ لڑکی واپس آئی کہ میرے اباجان آپ کو بلا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ اس لڑکی کے ساتھ جاتے ہیں۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ موسیٰؑ نے لڑکی سے کہا، میں راستہ نہیں جانتا لیکن تو اگر میرے آگے چلے گی تو ممکن ہے کہ تیرے قدموں پر میری نظر پڑ جائے، میں یہ بھی پسند نہیں کرتا۔ تو میرے پیچھے چل اور میں تیرے آگے چلوں گا، اگر میں غلط راستے سے جانے لگوں تو مجھے پیچھے سے بتا دینا۔ اللہ کے نبی کا عمل دیکھیں۔ یہ ہے نبی کی عصمت۔ سبحان اللہ

جب حضرت شعیبؑ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی بیٹی کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ اللہ نے گھر بھی دے دیا اور گھر والی بھی دے دی۔

انبیائے کرامؑ نے کس نام سے دعائیں کیں:

انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے دعائیں مانگیں تو رب کے لفظ سے ہی مانگیں۔

حضرت آدمؑ دعا مانگتے ہیں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

حضرت نوح علیہ السلام دعا مانگتے ہیں:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے ہیں:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ۔ وَيَسِّرْلِيْ اَمْرِيْ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ

حضرت ابراھیم علیہ السلام دعا مانگتے ہیں:

رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ

ہمارے سردار ﷺ نے دعا مانگی تو رب کے لفظ سے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ہمیں کس طرح مانگنا سکھایا گیا؟: ہمیں اسی لفظ کے ساتھ دعا مانگنی سکھائی گئی ہے کہ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (اے ہمارے پروردگار! ہماری پکڑ نہ کرنا اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں) رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (اے ہمارے پروردگار! ہمارے اوپر اس طرح بوجھ نہ ڈالنا جس طرح کہ ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا) رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (اے ہمارے پروردگار ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈالنا کہ ہم اٹھا ہی نہ سکیں) وَاعْفُ عَنَّا (ہمیں معاف فرما دینا) وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا (ہماری مغفرت بھی کر دینا رحمتیں بھی برسا دینا) اَنْتَ مَوْلٰنَا (کیونکہ تو ہی ہمارا مولا ہے) فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (باطل کے خلاف ہماری مدد فرما)

میدانِ جہاد میں جہاں جان کی بازی لگی ہوتی ہے۔ مومن اپنی جان کا نذرانہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔ اس وقت بھی دعا مانگتا ہے تو کس لفظ کے ساتھ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ کن لوگوں نے قتال کیا؟ رب والوں نے قتال کیا۔ پھر دعا مانگتے ہیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ بیوی بچوں کیلئے دعا مانگنے کا کیا طریقہ سکھایا؟ فرمایا بچوں کیلئے دعا مانگو، رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا سبحان اللہ۔ ہر ہر قدم پر رب کا لفظ کام آ رہا ہے۔

قبر و حشر اور جنت و دوزخ میں رب کا لفظ: موت کے تذکرہ پر رب کا لفظ استعمال کیا، فرمایا وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ ○ جب بندہ قبر میں چلا جائے گا تو سب سے پہلا سوال ہوگا؟ مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ تجھے پالنے پوسنے والا کون ہے؟ تیری ضرورتیں پوری کرنے والا کون ہے؟ اسی طرح قیامت کے دن کھڑے ہونے کے وقت بھی رب کا لفظ استعمال فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ

عَظِیۡمٌ

جنت میں بھی رب کا لفظ' جنت میں جارہے ہیں وہاں بھی رب کا لفظ وَ سِیۡقَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّہُمۡ اِلَی الۡجَنَّۃِ زُمَرًا جہنم میں بھی لوگ پکار کر کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا وَ کُنَّا قَوۡماً ضَآلِّیۡنَ ○ رَبَّنَا اَخۡرِجۡنَا مِنۡہَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ○ اللہ اکبر۔ گویا عالم ارواح سے لیکر عالم دنیا۔ عالم برزخ اور عالم آخرت ہر جگہ پر رب کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اسی طرح قرآن کی ابتدا بھی رب کے لفظ سے مثلاً اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ اور قرآن پاک کا اختتام بھی رب کے لفظ سے مثلاً قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ پس رب کا لفظ ہماری زندگیوں کے ہر پہلو پر چھایا ہوا ہے۔ اس لفظ کی حقیقت کو پہچاننا ہمارے لئے ضروری ہے۔

تصوف و سلوک کا مقصد: میرے دوستو! جب یہ حالت ہے کہ ہم عالم ارواح میں بھی اللہ کے محتاج تھے' ماں کے پیٹ میں بھی اللہ کے محتاج تھے' دنیا میں بھی ہر قسم کی خوشی غمی میں اللہ کے محتاج ہیں' قبر میں بھی اللہ کے محتاج ہوں گے' حشر میں بھی اللہ کے محتاج ہونگے حتی کہ جنت میں بھی اللہ کے محتاج ہونگے اور جہنم والے بھی اللہ ہی کو پکار رہے ہوں گے تو ہم آج ہی اس ذات کے محتاج کیوں نہیں بن جاتے؟ ہم اس در پر آج ہی کیوں نہیں جھک جاتے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو پھر زندگی کا رخ بدل جائے گا۔ تصوف و سلوک کا مقصد ہی یہی ہے کہ بندہ کے دل میں یہ یقین پیدا ہو جائے کہ اشیاء سے میری ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں بلکہ اللہ پوری کرنے والا ہے۔

تین اہم باتیں: میرے دوستو اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَامِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا اور جو بھی ذی روح ہے زمین کے اوپر مگر اس کا رزق اللہ ہی کے ذمہ ہے۔ جو اللہ پر توکل کرتے ہیں اللہ تعالی ان کو ہمیشہ کا رزق عطا فرمادیتے ہیں:

پلے رزق نہیں بندے پکھو تے درویش
جنہاں تکیہ رب دا انہاں رزق ہمیش

اللہ پر توکل کرنے والے ایسے ہی کھاتے ہیں جیسے پرندے بغیر مشقت اٹھانے کے کھاتے ہیں۔ انسان کی جب روح ماں کے پیٹ میں ہی ڈالی جاتی ہے تو اس وقت تین باتیں لکھ دی جاتی ہیں۔ ایک یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ دنیا میں کتنا عرصہ زندہ رہے گا' دوسرا یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ اس کا رزق کتنا ہو گا اور تیسرا یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ نیک بخت ہو گا یا بد بخت ہو گا۔

ایک چیونٹی کا سالانہ رزق:

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹی سے کہا' یَا اَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسَاكِنَكُمْ اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔ سلیمان علیہ السلام کا لشکر آ رہا ہے کہیں تمہیں پاؤں میں مسل نہ دے۔ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِنْ قَوْلِهَا سلیمانؑ نے اس کی بات سنی تو مسکرائے۔ اس کو بلایا اور پوچھا' اے چیونٹی! تیری خوراک کتنی ہوتی ہے؟ اس نے کہا' ایک سال میں پانی کے چند قطرے اور گندم کے چند دانے۔ سلیمانؑ نے کہا' اچھا میں تمہارا امتحان لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اسے ایک جگہ بند کر دیا۔ اور گندم کے چند دانے اور چند قطرے پانی کے رکھ دیئے۔ سال کے بعد جب نکالا تو دیکھا کہ چیونٹی نے جتنا کہا تھا اس سے بھی تھوڑا کھایا تھا۔ حضرت سلیمانؑ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا' اے چیونٹی! تو مجھ سے مانگ جو کچھ مانگ سکتی ہے۔ ان کی سلطنت انسانوں پر تھی' حیوانوں پر تھی' چرندوں پہ تھی' پرندوں پر تھی' جنوں پر تھی' خشکی کی مخلوق پر تھی' تری کی مخلوق پر تھی۔ کیا عجیب سلطنت تھی! چیونٹی نے جواب دیا کہ اے سلیمانؑ! اگر آپ کچھ دے سکتے ہیں زِدْنِیْ رِزْقاً وَ عُمُرًا آپ میرا رزق بڑھا دیں اور میری عمر بڑھا دیں۔ سلیمانؑ نے فرمایا' یہ تو میرے بس میں نہیں' یہ تو اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے' وہی چاہتا ہے تو رزق بھی بڑھا دیتا ہے اور عمر بھی بڑھا دیتا ہے۔

بند پتھر میں روزی:

ہمارے ایک دوست سیر کے لئے سوات تشریف لے گئے۔ بیوی بچے بھی ساتھ تھے۔ ایک پہاڑ پر انہوں نے ایک خوبصورت اور گول شکل کا چمکدار پتھر دیکھا۔ انہوں نے اٹھا کر دیکھا تو بہت ہی شفاف اور ملائم تھا۔ رنگ

بھی خوبصورت تھا۔ بچوں نے اصرار کیا کہ وہ پتھر گھر لے چلیں۔ والد نے بھی سوچا چلو ڈیکوریشن کے کام آئے گا۔ سفر کی یادگار سہی۔ لے ہی چلتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ پتھر لا کر گھر میں سجا دیا۔ دو سال بعد وہی صاحب ایک دن اس پتھر کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے۔ یا اللہ! تو نے یہ کیسا خوبصورت پتھر بنا دیا ہے۔ اس دوران میں وہ پتھر ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ نیچے فرش پر گرتے ہی ٹوٹ گیا۔ ایک لمحہ کیلئے انہیں افسوس تو ہوا مگر ساتھ ہی یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ پتھر کے عین درمیان میں ایک سوراخ تھا جس میں سے ایک کیڑا نکلا اور چلنے لگا۔ اب بتائیں کہ بند پتھروں میں کیڑوں کو کون روزی دیتا ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ دیتا ہے پس سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

ایک متوکل وکیل کی سبق آموز داستان:

اب میں آپ کو ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے ساری بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔ ہمارے ایک دوست وکالت کا کام کرتے تھے۔ وکالت ایک ایسا پیشہ ہے کہ جس میں عموماً دنیا جہان کے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ ایک شاعر نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

پیدا ہوئے وکیل تو شیطان نے کہا
لو آج ہم بھی صاحب اولاد ہو گئے

مگر یقین کیجئے کہ انہوں نے وکالت کا کام بھی جاری رکھا اور اپنی زندگی کا رخ بھی بدل لیا۔ ان کی بیوی لیڈی ڈاکٹر تھی۔ جب وکیل صاحب کی اہل اللہ سے نسبت ہوئی تو اللہ نے دل کی حالت بدل دی۔ کہنے لگے میں نے آج کے بعد جھوٹ نہیں بولنا۔ میرا اللہ مجھے سچ بولنے پر ہی روزی دے گا۔ لوگوں نے کہا' آپ کا دماغ ٹھیک تو ہے؟ سچ بولنے سے وکالت نہیں چلے گی۔ انہوں نے کہا چلے گی یا نہیں چلے گی مگر سچ ضرور چلے گا۔ اب تو میں نے دل میں فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ وکیل ایک دن دفتر آئے اور کہنے لگے' میں نے آج صرف وہ مقدمے لینے ہیں جو سچے ہوں گے۔ لوگوں سے کہہ دیا کہ اگر آپ جھوٹے ہو تو مجھے ابھی بتا دیں وگرنہ سماعت کے دوران اگر مجھے پتہ چل گیا تو میں آپ کی مخالفت کروں گا۔ اگر سچ ہو

گا تو ڈٹ کر آپ کی حمایت کروں گا۔ لوگوں نے کہا اللہ کی پناہ! چنانچہ سب کے سب دوسرے وکلاء کے پاس چلے گئے۔ وکیل صاحب کا دفتر خالی۔ سارا دن کوئی کام نہیں آرہا۔ اسی حالت میں کئی مہینے گزر گئے۔ لوگوں میں چرچا ہونے لگ گیا۔ کسی نے مجنون کہا' کسی نے پاگل کہا' کسی نے بیوقوف کہا۔ کسی نے کہا مولویوں نے اس کی مت ماردی ہے' اچھا خاصا وکیل تھا انہوں نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ وہ اللہ کا بندہ پکا سچا تھا۔ کہتا تھا کہ مجھے جھوٹ بول کر روزی نہیں لینی۔ اللہ کی ذات مجھے سچ بولنے پر ہی روزی دے گی۔ ایک سال گزر گیا مگر کوئی کام نہ آیا۔ چونکہ بیوی لیڈی ڈاکٹر تھی اسکی تنخواہ سے گھر کا خرچہ چلتا رہا۔ بیوی بہت سمجھدار تھی۔ ایک دن وکیل صاحب سے کہنے لگی' جب آپ جھوٹ بولنا چھوڑ چکے ہیں تو آپ وکالت کو خیرباد کہیں اور تجارت کا پیشہ اختیار کرلیں۔ آپ سچ ہی بولیں' اللہ اسی میں برکت دے گا۔ وکیل صاحب نے کہا نہیں' بولنا بھی سچ ہے اور کرنی بھی وکالت ہے۔ بیوی نے کہا' اچھی بات ہے۔ میری دعائیں اور میرا تعاون آپ کے ساتھ ہے اللہ تعالی آپ کو کامیاب فرمائے۔ وکیل صاحب ایک سال تک گھر سے دفتر آتے اور سارا دن پنکھے کے نیچے بیٹھ کر اخبار پڑھتے اور گھر واپس چلے جاتے۔ ایک دفعہ ججوں کے سامنے تذکرہ ہو گیا کہ فلاں وکیل جھوٹے مقدمے نہیں لیتا۔ غربت برداشت کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ مرجاؤں گا مگر سچ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ سب جج صاحبان اس بات سے بڑے متاثر ہوئے۔

وقت کے ساتھ ساتھ ان کی عزت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ وہ کہنے لگے کہ ایک سال امتحان کا تھا۔ دوسرا سال شروع ہوا تو تبلیغی جماعت والے' تصوف و سلوک والے' مدرسوں والے لوگوں نے سوچا کہ یار فلاں وکیل سچے مقدمے لیتا ہے۔ ہمارے مقدمے سچے ہیں' پیسہ ہمارے پلے نہیں' تھوڑا بہت دے دیں گے' ان کا بھی گذارا ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ آنا شروع ہو گئے۔ جو بھی آتا سچا مقدمہ لے کر آتا۔ وکیل صاحب مقدمہ لے کر عدالت میں جاتے اور ان کے حق میں فیصلہ ہو جاتا۔ دوسرا مقدمہ آیا' ان کے حق میں فیصلہ ہوا۔ تیسرا مقدمہ آیا ان کے حق میں فیصلہ ہوا۔ چند دن گزرے تو جج صاحبان آپس میں ملے اور کہنے لگے کہ یہ وکیل جو بھی مقدمے لاتا ہے وہ سچے ہوتے ہیں اس لئے

اب اس سے زیادہ سوال ہی نہ کیا کرو۔ چنانچہ وکیل صاحب مقدمہ لے کر جاتے تو چند منٹ کے اندر اندر ان کے حق میں فیصلہ ہو جاتا۔ بڑے بڑے امیروں نے سوچا کہ ہمارے مقدمے سچے ہی ہیں تو پھر کیوں نہ ہم مقدمہ اسی کو دیں۔ جب وہ آنا شروع ہوئے تو پیسے زیادہ ملنے لگے۔ جب وکیل صاحب جھوٹ سچ بولتے تھے تو ایک مہینہ کا بیس ہزار روپیہ کماتے تھے اور جب سچ بولنا شروع کیا تو ایک ماہ میں چالیس ہزار کمانے لگے۔

سچ بولنے پر اللہ نے دوگنا رزق دے دیا۔ ابھی کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ چند وکیلوں کا جج بننے کیلئے امتحان ہوا تو ہمارے اس دوست وکیل کو کامیابی ہوئی اور وہ جج بن گئے۔ ایک وقت تھا کہ وہی آدمی ایک وکیل کی جگہ کھڑے ہو کر جھوٹ بولتا تھا۔ جب سچ بولنا شروع کیا تو اللہ نے اس کو عدالت کی کرسی پر بیٹھا دیا۔ پہلے وہ کھڑا سر سر کہہ رہا ہوتا تھا' اب اللہ نے عدالت کی Chair (کرسی) پر بٹھا دیا۔ اب وہاں پر بیٹھ کر Order (حکم نامے) جاری کرتا ہے۔ میرے دوستو! یہ بات ثابت ہو گئی کہ جو سچ بولے گا' اللہ اسے فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دے گا۔

میرے دوستو! یقین بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر اللہ تعالی پر توکل نصیب ہو جائے تو نہ زمینوں کے جھگڑے باقی رہیں گے' نہ دفتروں میں رشوت رہے گی نہ دکانوں میں ملاوٹ رہے گی نہ جھوٹ بول کر کمانا رہے گا' نہ دھوکے سے کمانا رہے گا۔ یہ چیزیں تو Automatically (خود بخود) ختم ہو جائیں گی۔ ہماری عدالتوں میں مقدمے ختم ہو جائیں گے' یہ ویران نظر آئیں گی۔

اہل دنیا کیلئے چیلنج:

میرے دوستو! ہم تمام چیزوں سے اپنی نگاہوں کو ہٹا کر ایک اللہ کی ذات پر لگالیں۔ آج ماں سے پوچھیں کہ تمہارا بیٹا کیا بنے گا؟ کہتی ہے جی ڈاکٹر بنے گا' انجینئر بنے گا' پائلٹ بنے گا۔ ہے کوئی ماں جو یہ کہے کہ میرا بیٹا مفسر بنے گا' محدث بنے گا۔ میرا بیٹا دین کا مجاہد بنے گا؟۔ میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ کان کھول کر سننا۔ پھر نہ کہنا کہ کسی نے کوئی بات سمجھائی نہیں تھی۔ منبر رسول ﷺ پر بیٹھا ہوں۔ اللہ کی کتاب میرے ہاتھ میں ہے' اللہ کے گھر میں بیٹھا ہوں۔ مجھے ایک بات بتائیں۔ آپ

نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی آدمی جو عالم باعمل ہو اور وہ بھوکا پیاسا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا ہو؟ جبکہ پی ایچ ڈی کرنے والے' انجینئرنگ کی ڈگری لینے والے کئی ایسے ہیں جن کو بھوکے پیاسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ ہمارا بیٹا عالم بنے گا تو اللہ رب العزت وہاں سے رزق دیں گے جہاں سے اپنے انبیاء علیہم السلام کو رزق دیا کرتے تھے۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے)

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O